مقالۂ افتتاحیہ

# وطن پرستی یا حق پرستی؟

رئیس احمد جعفری

کون ہے جسے اپنے وطن سے محبت نہ ہو! وطن سے محبت عین اقتضائے فطرت ہے "حب الوطن من الایمان" صحیح حدیث ہو یا نہ ہو، لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وطن سے شیفتگی اور تعلق خاطر ایک خالص فطری جذبہ ہے۔ جس سرزمین پر ہم پیدا ہوئے، جہاں کی آب و گل سے ہماری نشوونما ہوئی، جہاں کے کھیتوں، باغوں، دریاؤں، اور جنگلوں سے ہم نے زندگی پائی، کیونکر ممکن ہے کہ اس کا ہم پر کوئی حق نہ ہو، اور اس حق کی بجاآوری ہم پر فرض نہ ہو۔ خود رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال موجود ہے۔ جب آپؐ ہجرت پر مجبور ہوئے اور مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جانے لگے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"اے مکہ تو مجھے بے حد محبوب ہے لیکن تیرے باشندے مجھے رہنے نہیں دیتے۔"

غرض جہاں تک وطن سے فطری لگاؤ، تعلق خاطر، اور محبت کا سوال ہے اسلام نہ صرف اس سے منع نہیں کرتا بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

لیکن ایک چیز وطن سے بھی بڑی ہے۔ وطن ہی سے نہیں دوستوں اور رشتے داروں، بیٹوں اور بیٹیوں ماں باپ، بھائی بہن، سب سے زیادہ بڑی ہے، وہ ہے صداقت، وہ ہے حق۔

اگر وطن میں اور سچائی میں تصادم ہو، تو ظاہر ہے اسی چیز کو اختیار کیا جائے گا جو اس کائنات میں سب سے زیادہ عظیم و جلیل ہے، یعنی سچائی!

لیکن تہذیب جدید کے لائے ہوئے فتنوں میں ایک بہت بڑا فتنہ وطنیت کا وہ تصور ہے جو مغرب

سے آیا ہے۔ یعنی وطن ہر چیز پر مقدم ہے۔ حق و صداقت ضمنی اور ذیلی چیزیں ہیں۔ اصل چیز وطن ہے۔

"میں اپنے وطن کا ساتھ دوں گا خواہ وہ حق پر ہو یا ناحق پر۔"

یہ تصور ان لوگوں کے لیے تو جرأت اور حوصلہ کا پیام بن سکتا ہے جو مذہبی اقدار سے ناواقف ہوں یا جن کی نظر میں انسانی اور مذہبی اقدار کی کوئی وقعت نہ ہو۔ مغرب میں چونکہ یہی کیفیت ہے لہٰذا یہ تصور اس کو زیب بھی دیتا ہے اور موزوں بھی ہے۔ لیکن کیا مشرق کے لیے بھی یہ تصور کوئی وقعت رکھتا ہے؟

مشرق جسے اپنی مذہبیت پر ناز ہے اپنی صداقت پرستی پر فخر ہے، اپنی سچائی پر گھمنڈ ہے، کیا مشرق اسے گوارا کر سکتا ہے کہ اپنا وطن اگر ناحق پر ہو تو بھی آنکھ بند کر کے اس کا ساتھ دیا جائے! اگر ایسا ہوتا تو انبیاء صرف مشرق میں پیدا نہ ہوتے۔ ان کا پیام حق و صداقت کا پیام تھا۔ اور کسی خاص خطے کی خاک سے متعلق نہ تھا۔

مشرق کی روحانی، انسانی اور مذہبی اقدار کا بھارت اپنے آپ کو محافظ اور نگہبان خیال کرتا ہے۔ گاندھی جی یہی پیام لے کر میدان میں آئے تھے اور آج بھی بار بار اس پیام کو بھارت کے ایوانِ خسروی سے فخر و ناز کے ساتھ دہرایا جاتا ہے۔

آج گاندھی جی دنیا میں نہیں ہیں لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ بڑے لوگوں سے ہندوستان خالی ہو گیا ہو۔ رادھا کرشنن کا شمار دنیا کے چند بڑے مفکروں اور فلسفیوں میں ہوتا ہے۔ وہ سیاستداں کبھی بھی نہ تھے۔ جواہر لال نہرو نے ایک سیاسی لیڈر کی حیثیت سے انھیں ہندوستان کا نائب صدر، اور پھر صدر نہیں بنایا تھا۔ ان کی روحانیت، ان کی مشرقیت، ان کی حق پرستی، ان کی صداقت شعاری یہ چیزیں تھیں جو نہرو کے دل میں گھر کر گئی تھیں۔ یہ اوصاف تھے جن کی بنا پر ایک معلم اخلاق مسندِ تدریس سے اٹھ کر ایوانِ حکومت میں پہنچ گیا تھا۔ اس لیے نہیں کہ ارباب سیاست کو سیاست کے داؤں پیچ سکھائے۔ اس لیے بھی نہیں کہ وہ اپنی سیاست دانی کا سکہ بٹھلائے۔ صرف اس لیے کہ گرتے ہوؤں کو تھام لے۔ غلط چلنے والوں کو روک دے۔ رہنمائی کرے سیاست گری میں نہیں۔ اخلاق میں، روحانیت میں، انسانیت میں۔ ارباب دنیا اگر بھٹکیں وہ انھیں راہِ راست دکھائے۔ وہ جب پستی کے غار میں گرنے لگیں انھیں ہاتھ پکڑ کر کھینچ لے۔

وہ جب باطل کی طرف بڑھیں ان کا راستہ روک کر کھڑا ہو جائے۔ جب وہ حق سے رشتہ منقطع کرلیں تو وہ بھی انھیں چھوڑ دے۔ ان سے ترک تعلق کرے۔ ایک معلم اخلاق کا کردار بھی ہوتا ہے۔ ایک روحانی شخص کی سیرت اس سے مختلف ہو ہی نہیں سکتی۔ ایک جو بات حق کے سوا کچھ نہیں کرسکتا۔ فرانس جب الجزائر پر بے پناہ مظالم توڑ رہا تھا تو پال سارتر نے کیا اپنے وطن کے خلاف علم بغاوت بلند نہیں کیا تھا؟ برطانیہ کی شہنشاہیت ہوس جوع الارض، استعمار پسندی اور جنون جنگ آزمائی کے خلاف کیا برٹرینڈ رسل نے اپنے وطن کے خلاف کلمہ حق کہہ کر تکلیفوں اور مصیبتوں کو خندہ پیشانی کے ساتھ نہیں جھیلا؟ پھر رادھا کرشنن سچائی کا علم بلند کرنے کے بجائے اپنے وطن کے جنگ پسندوں اور سیاست دانوں کے آلۂ کار کیسے بن گئے؟ کیا بھارت کی عظمت ماضی کو مغرب کے سامنے اس طرح رسوا اور سرنگوں ہونا تھا؟

فلسفی، مفکر، معلم اخلاق اور مشرب روحانیت کے پیشوا رادھا کرشنن سے زیادہ اس حقیقت کا شناسا اور کون ہو سکتا ہے۔ اس حکومت نے جس کے وہ برس ہا برس سے نائب صدر اور پھر صدر رہتے چلے آئے ہیں، کشمیریوں کا حق ارادیت بہ بانگ دہل تسلیم کیا تھا، اور رائے شماری کا وعدہ کیا تھا۔ اور اپنے دستور میں کشمیر کی مستقل اور منفرد حیثیت کو تسلیم کیا تھا۔ لیکن ان کے سامنے اس دستور کی دھجیاں اڑتی رہیں اور وہ توثیقی دستخط ثبت کرنے کے سوا کچھ نہ کرسکے۔ کشمیر کا صدر ریاست "گورنر" بنا دیا گیا۔ کشمیر کا "پریمیئر" صرف چیف منسٹر رہ گیا۔ وہ تمام دفعات دستور ہند سے حذف کردی گئیں جو کشمیر کی مستقل اور منفرد حیثیت کی ضامن تھیں۔ کاغذات ان کے سامنے آئے اور انھوں نے بے چون وچرا دستخط کر دیے۔ کیا ایک حق پرست کا عمل یہی ہوتا ہے کیا ایک معلم اخلاق اپنی سطح سے اتنا نیچے بھی اتر آتا ہے۔ کیا روحانیت سے شغف رکھنے والا کوئی شخص اپنے سامنے حق و صداقت کا قتل عام اس سعادت مندی کے ساتھ برداشت کرسکتا ہے؟

ہندوستان نے کشمیر کے باشندوں پر زندگی اجیرن کردی۔ معاہدات بالائے طاق رکھ دیے۔ دستور میں ترمیم کردی مگر ہندوستان کا صدر مملکت جو ساری دنیا کو حق و صداقت کا درس دیتا ہے کچھ نہ کرسکا۔ تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو۔

بھارت اور پاکستان کی جنگ سے پہلے رادھاکرشنن نے وعظ کہا تھا۔ امن کا، دوستی کا برادری کا، سچائی پر قائم رہنے کا۔ عدم تشدد کا۔ لیکن کچھ ہی عرصے بعد جب جنگ شروع ہوئی تو عدم تشدد کا یہ اوتار اپنے اہل وطن کو للکار رہا تھا۔ انھیں آمادہ کر رہا تھا کہ خون بہائیں۔ شہر ویران کر دیں۔ آبادیاں اجاڑ دیں۔ صرف جنگ آزماد شمن پر حملہ نہ کریں۔ شہری آبادی پر بھی بم برسائیں۔ نہتوں کو بھی قتل کریں، اور اس طرح اپنی دھاک بٹھادیں ——— وعظ ہم بھی کہتے ہیں، لیکن دہانِ توپ سے!

اور پھر جنگ کے عین عالم شباب میں جب گاندھی جی کی برسی منائی گئی تو ایک مرتبہ رادھا کرشنن کی زبان پر عدم تشدد کا پرچار تھا ——— فلسفی خود اپنے آپ میں تو گم ہو جاتا ہے لیکن دنیا کو بے وقوف سمجھنے والا اور دنیا کو بے وقوف بنانے والا فلسفی صرف خاک ہند سے نمودار ہو سکتا تھا۔

فائر بندی کے بعد بھارت کے فلسفی، معلم اخلاق اور سراپا روحانیت صدر مملکت کی فوج نے جنگ بندی لائن کی مسلسل اور متواتر خلاف ورزیاں شروع کر دیں۔ اس صدر مملکت کے وزیر اعظم نے غیر مشروط طور پر سلامتی کونسل کی تجویز منظور کی اور پھر فوراً اس میں کیڑے نکالنے لگا۔ ایک مرتبہ پھر جھوٹ بولا ایک مرتبہ پھر اس نے عہد شکنی کی ایک مرتبہ پھر اس نے دھوکا دیا۔ لیکن یہ فلسفی، معلم اخلاق اور سراپا روحانیت صدر مملکت بجائے اس کے کہ استعفٰے دے دیتا اپنے وزیر اعظم کو راہِ راست پر لاتا۔ دامن پھیلا کر دنیا سے ہلاکت آفریں ہتھیاروں، ساز و سامان جنگ اور اسلحہ کی بھیک مانگنے نکل کھڑا ہوا۔ گو نامراد آیا لیکن اپنی جگ ہنسائی کا سامان مہیا کر آیا ——— کتنا عجیب ہے یہ فلسفی، ابوالہول سے بھی زیادہ عجیب، جو تم سے شہر میں دو چار ہوں تو کیونکر ہوں؟